ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اردو کے داستانوی ادب میں کردار نگاری کی اہمیت: تحقیق و تنقید

THE IMPORTANCE OF CHARACTERIZATION IN URDU NARRATIVE LITERATURE (RESEARCH AND CRITICISM)

Dr. Tanveer Ghulam Hussain
Assistant Professor, School of Urdu, Minhaj University Lahore
tanveerghulamhussain13@gmail.com

Abstract

The presented article explains the importance of characterization in Urdu narrative literature. Narrative has a prestigious place in our narrative literature. These stories, which are the foundation of Urdu narrative literature, not only show the initial impressions of narrative literature but also are the best reflections of the characters of our civilization and society. Characterization is a very important and fundamental element in narrative literature that makes any story alive and believable. Characterization is the art through which the author takes his characters out of imagination and gives them the form of reality, fills them with thoughts, emotions, and actions. The storyteller reaches the movements and qualities of his character through his creative power, which are necessary to draw a complete outline of their personality, and by expressing these aspects, he makes the character he presents more alive than ordinary living people. We can examine the overall trends of the society of that time through the characters of the stories. This article, after defining and introducing characterization, examines the characters presented in our stories from a research and critical perspective.

Keywords:

داستان، معاشرت، اخلاق، حقیقی، خصائص، تربیت، عادات واطوار، واقعات، عجائبات، مافوق الفطرت، بیتال پچیسی، سنگھاسن بتیسی۔

کردار نگاری کا لفظ انگریزی Characterization کا اردو ترجمہ ہے انگریزی میں یہ لفظ Character مصدر سے مشتق ہے۔ لفظ "کردار" کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا مطالعہ کیا جائے تو کردار اپنے عام معنوں سے قطع نظر ایک اصطلاح بھی ہے۔ اس کے اصطلاحی یا مجازی معنی کا اس لفظ کے لغوی اور حقیقی معنی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ لغت میں "کردار" کے معنی یوں دیئے گئے ہیں:

"کردار۔(ف)، مذکر۔ طرز، روش، چلن، فعل، عادت۔۔۔"(1)

لفظ کردار کے حقیقی اور اصطلاحی معنوں میں مطابقت تلاش کرتے ہوئے یہ فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس لفظ کی اصطلاحی حیثیت مغربی ادب کے تصورات سے مستعار ہے۔ افسانوی ادب سے متعلق جتنی اصطلاحیں ہم نے مغرب سے اخذ کیں، ان میں "کردار" کی اصطلاح بھی ہے جو انگریزی لفظ "کریکٹر" کا بدل ہے۔ کردار کا وجود اگرچہ ہمارے ادب میں بھی بہت قدیم ہے۔ خود کردار فارسی کا لفظ ہے۔ عموماً اخلاقی اقدار کی شناخت کے حوالے سے لفظ "کردار" کا استعمال کسی شخص کے اعمال لیے کیا جاتا ہے اور جب ہم کسی کے کردار کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے تمام عادات و خصائل ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ جن اعمال کو ہم اپنی نظر میں اچھا سمجھتے ہیں ان کو نیک شخص سے اور جن اعمال کو برا سمجھتے ہیں ان کو برے کردار سے وابستہ کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی شخص کے بارے میں رائے دیتے وقت اس کے اچھے یا برے کردار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ادب میں کردار نگاری کا لفظ صرف اخلاقی اقدار کی شناخت تک محدود نہیں بلکہ انسان کی مکمل زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ نیکی اور بدی کے مختلف معیار ہر انسان اپنے ذہن و فکر کے مطابق قائم کرتا ہے۔ کرداروں کے اندر بھی دراصل یہی معیارات قائم کرنا کردار نگاری کا فن ہے۔ کرداروں کے انفرادی مزاج اور رجحانات کے ذریعے اجتماعی سطح پر بھی افراد کے مزاج اور رجحانات کی عکاسی کی جاتی ہے۔ یوں کسی ایک کردار کے ذریعے اس معاشرے کے مجموعی رجحانات کو پرکھا جاسکتا ہے جس کی وہ نمائندگی کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح کردار کا لفظ وسیع معنوں کا حامل بن جاتا ہے۔ سید عابد علی عابد نے بھی کہانی میں کردار نگاری کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ادب میں اصل اہمیت کردار نگاری کو حاصل ہے۔ باقی عناصر ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل مقصد زندگی کے کسی پہلو کی تصویر کشی ہے جو کرداروں کے عمل اور ان کے مکالمات کے ذریعے مکمل ہوتی ہے۔"(2)

عمومی طور پر ادب میں کردار نگاری کا لفظ افسانوی ادب سے متعلق ہو کر رہ گیا ہے۔ افسانوی ادب میں چاہے وہ داستان تمثیل، ناول، ڈراما، افسانہ قصے کی کوئی بھی صورت جب اس میں کردار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس لفظ کے مفہوم سے ہم اس قصے میں شامل اشخاص مراد لیتے ہیں۔ افسانوی ادب میں کردار کے ذریعے خاص افسانوی مخلوق کو ممتاز و منفرد کرنے کے ساتھ اس سے متعلق فرضی یا حقیقی سیرتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ غرض اس منفرد شخص کی انفرادیت کو واضح کرنا کردار نگاری کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر نجم الہدیٰ

اپنی کتاب "کرداراور کردار نگاری" میں افسانوی ادب میں کردار نگاری کے حوالے سے لکھی ہیں:

"افسانوی ادب میں کردار ناگزیر ہیں۔ناول ہو یا داستان، ڈراما ہو یا مختصر افسانہ، داستانی مثنوی ہو یا منظوم قصے کی کوئی اور صورت، جہاں کوئی قصہ ملے گا، وہاں کچھ اشخاص بھی ہوں گے۔ایسے ادب میں ہماری دل چسپی واقعات کی رفتار کے ساتھ ساتھ اشخاص کے طرزِ عمل، افتادِ طبع اور ذہن و مزاج کے مجموعی تاثر سے بھی وابستہ ہوتی ہے۔قصوں کے ان اشخاص کو کردار اور ان کی فنی پیشکش کو کردار نگاری کہا جاتا ہے۔"(3)

کوئی شخص محض اپنی خوبیوں یا خامیوں کی بنا پر انفرادیت حاصل نہیں کرتا بلکہ لکھنے والا اس کردار کو کسی ایک عہد، معاشرت اور زمان و مکان سے وابستہ کر کے اس کی زندگی کے واقعات، عادات، اعمال، سیرت، صورت، لباس غرض مختلف ذرائع سے ممتاز کرتا ہے۔ادیب کردار کی زندگی کے مختلف گوشے اس قدر واضح کر دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں واقف لوگوں سے زیادہ اس افسانوی مخلوق کو پہچان لیتے ہیں جبکہ اس کے برعکس روزمرہ زندگی میں ہم اپنے قریب ترین شخص کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہیں سمجھ سکتے۔اس ضمن میں ابرامز لکھتے ہیں:

"The character is the name of a literary genre, it is a short, and usually witty, sketch in prose of a distinctive type of person. the genre was inaugurated by Theophrastus, a Greek author of second century B.C, who wrote a lively book entitled characters."(4)

جس طرح واقعات میں اختلاف، اُن میں جدت اور تاثر پیدا کرتا ہے اسی طرح کرداروں میں اختلاف بھی اُن کو ایک دوسرے سے منفرد اور نمایاں کر دیتا ہے۔ کردار واقعات کی مناسبت سے تخلیق کیے جاتے ہیں اور یہ مناسبت فطری ہونی چاہیے تاکہ ہر واقعہ اس کے کردار کیساتھ مطابقت رکھتا ہو۔اس طرح اس کی زندگی انسانوں سے مشابہ ہو جاتی ہے۔دوسری طرف یہ بات بھی مدِ نظر رہنی چاہیے کہ انسانوں کی زندگیاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اس لیے کرداروں کے طرزِ عمل میں بھی اختلاف کا ہونا ضروری ہے اور یہی کردار نگاری کی فنکارانہ صلاحیت کا معیار ہوتا ہے۔کردار نگاری کی اولین شرط یہ ہے کہ کردار زندہ اور جاندار ہوں۔وہ ہماری طرح خوشی اور غم کے جذبات رکھتے ہوں تاکہ ہم ان کرداروں سے ہمدردی بھی کر سکیں اور ہمیں ان پر غصہ بھی آئے، ہم ان سے محبت بھی کر سکیں اور نفرت بھی۔کردار نگاری کی خوبی یہ ہے کہ کرداروں کا اثر انسانی ذہن پر تادیر قائم رہے۔واقعات خواہ فراموش ہو جائیں لیکن کرداروں کا نقش دل پر ثبت ہو جائے۔قصہ چونکہ انسانوں کی تفریح، اخلاق و تربیت کے لیے بیان کیا جاتا ہے اس لیے قصہ میں کرداروں کو وہی خصوصیات یا خامیاں عطا کی جاتی ہیں جو انسان کو متاثر کرتی ہیں۔ہر انسان خود ارادیت کا خواہش مند ہوتا ہے اس لیے لکھنے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پیش کردہ کردار نمونوں اور طرزِ عمل میں آزادی و اختیار کے حامل ہوں تاکہ وہ خشک اور غیر دلچسپ نہ ہوں۔وہ قصے کے اندر اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق زندہ انسانوں کی طرح چلتے پھرتے اور کام کرتے نظر آئیں۔اس حوالے سے خالد محمود خان لکھتے ہیں:

"فکشن رائٹر کسی خاص کردار کی پیش کاری کے لیے اس کے کرداری معمولات کا تعین کرتا ہے۔اس کے کردار کا ظاہر، باہر، زبان، لہجہ اور دوسری اقدار اس کو شناخت عطا کرتی ہیں۔یہ شناخت دراصل اس کے کرداری معمولات کے استعمال پر مبنی ہوتی ہے۔"(5)

کرداروں کے بغیر کوئی بھی داستان محض ایک خشک بیانیہ رہ جاتی ہے۔کردار نگاری کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے:

کہانی کو آگے بڑھانا : کردار ہی وہ محرک ہیں جو کہانی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ان کے فیصلے، ان کے عمل اور ان کے باہمی تعلقات پلاٹ میں تناؤ اور پیچیدگی پیدا کرتے ہیں۔ ایک مضبوط کردار ہی اپنی سوچ اور عمل سے کہانی میں نیا موڑ لاتا ہے۔

جذباتی تعلق قائم کرنا : کامیاب کردار نگاری قارئین اور کرداروں کے درمیان ایک جذباتی تعلق قائم کرتی ہے۔جب قاری کسی کردار کی خوشی، غم، یا جدوجہد میں شریک ہوتا ہے تو کہانی اس کے لیے زیادہ دلچسپ اور یادگار بن جاتی ہے۔

انسانی فطرت کی عکاسی : کردار انسانی فطرت کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔اچھے کرداروں میں خوبیاں اور خامیاں دونوں ہوتی ہیں، جو انھیں حقیقی اور قابلِ یقین بناتی ہیں۔اس طرح، کردار نگاری کے ذریعے معاشرتی اور نفسیاتی حقائق کو پیش کیا جاتا ہے۔

موضوع کا اظہار : کرداروں کے ذریعے مصنف اپنے خیال یا موضوع کو قارئین تک پہنچاتا ہے۔کرداروں کے نظریات، ان کی اخلاقی قدریں اور ان کے فیصلے کہانی کے موضوع کو واضح کرتے ہیں۔غرض کرداروں کی انفرادیت ہی انھیں وقت کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ کردار نگاری داستان کی روح ہے۔یہ نہ صرف کہانی کو معنی دیتی ہے بلکہ اسے ایک زندہ اور سانس لیتی حقیقت میں بدل دیتی ہے۔اسی لیے کسی بھی ادبی شاہکار کی کامیابی کا دار و مدار اس کی مضبوط اور قابلِ یقین کردار نگاری پر ہوتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

داستانوی ادب میں کردار نگاری ایک انتہائی اہم اور بنیادی عنصر ہے جو کسی بھی داستان کو زندہ اور قابل یقین بناتا ہے۔ یہ وہ فن ہے جس کے ذریعے مصنف اپنے کرداروں کو تخیل سے نکال کر حقیقت کا روپ دیتا ہے، انھیں سوچ، جذبات، اور عمل سے بھر دیتا ہے۔ داستان نگار اپنی تخلیقی قوت کے ذریعہ سے اپنے کردار کی حرکات اور صفات تک پہنچ جاتا ہے جو ان کی مکمل شخصیت کا خاکہ کھینچنے کے لیے ضروری ہیں اور انھی پہلوؤں کا اظہار کر کے وہ اپنے پیش کردہ کردار کو عام زندہ لوگوں سے زیادہ جاندار بنا دیتا ہے۔ کردار کی زندگی عام نہیں ہوتی بلکہ داستان نگار کی قوتِ متخیلہ اس کو ایسی نئی زندگی بخش دیتی ہے کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ پُر کیف و پُر اثر ہو جاتی ہے۔ کردار کو زندگی بخشنے کے لیے ضروری ہے کہ مصنف کردار کی تخلیق کرے۔ ایک مورخ کی طرح کردار کی بات اس کے ضروری حالات بیان کرنا کافی نہیں بلکہ ان سب حالات کو جمع کر کے اپنی قوتِ تخلیق سے ایک نئی روح پھونکنا ہے۔ کردار، اس کے خیالات، اس کی تحریکات، اس کے رجحانات اس کے علاوہ دوسری چیزوں کی مکمل شکل میں پیش کرنا بے حد دشوار کام ہے۔ بہت زیادہ کرداروں پر یکساں توجہ دینا فنکاری دکھانا مصنف کے لیے مشکل ہوتا ہے اس لیے عموماً داستانوں میں ایک دو کردار ہی مصنف کی خصوصی توجہ حاصل کر پاتے ہیں۔ داستانوں میں چونکہ مرکزی کردار یعنی ہیرو اور ہیروئن مستقل کردار ہوتے ہیں اس لیے داستان نگار کی تمام تر توجہ بھی ان ہی کرداروں پر مرکوز رہتی ہے۔ قصے میں ضمنی یا معاون کردار بھی ان مرکزی کرداروں کو ابھرنے میں مدد دیتے ہیں۔ بعض دفعہ داستان نگار قصے کی مناسبت سے مافوق الفطرت اور بے جان اشیاء کو بھی کرداروں کے روپ میں پیش کر دیتا ہے۔ تاہم یہ ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ کہانی میں انسانی کردار ہی پیش کیے جائیں تاکہ وہ حقیقی اور جاندار معلوم ہوں جیسا کہ فاسٹر نے بھی لکھا ہے:

"We may say that the actors in a story are, or pretend to be, human beings."(6)

لیکن محض یہ سمجھ لینا کہ ایسے مافوق الفطرت کردار کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور صرف ذہنی فرار اور عیاشی کے لیے ہوتے ہیں، غلط ہے۔ جاندار یا حقیقت سے قریب کردار کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مصنف کا تخلیق کردہ کردار ہماری روزمرہ زندگی میں ضرور موجود ہو۔ بلکہ ضروری امر یہ ہے کہ مصنف کے تخلیق کردہ کردار کا وجود اس دنیا میں امکانی ہو خواہ مجموعی طور پر اس کردار کی تمام خصوصیات، عادات وغیرہ کسی خاص شخص سے ملتی ہوں۔ مگر اس کی عادتوں اور خصوصیتوں میں سے کوئی ایک کسی نہ کسی انسان میں ضرور پائی جاتی ہو۔ درحقیقت داستان کی زندگی ہماری زندگی سے کچھ مختلف ہوتی ہے اپنی فطرت کی اپج سے مصنف اپنی تصنیف میں ایک نیا عالم تخلیق کرتا ہے اس نئے عالم کے افراد جہاں تک ہماری زندگی سے ملتے جلتے ہوں، مناسب ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کا ہم سے اختلاف اور تخیلی زندگی کا فرد ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ان میں ہم دلچسپی لے سکیں۔ دلچسپی پیدا کرنے والی قوتِ تخلیق جس مصنف میں موجود ہو اس کے کردار خواہ نامکمل ہوں، لیکن جاندار ضرور ہوتے ہیں۔ عبدالقادر سروری کے مطابق:

"کردار نگاری یا خصلت نگاری کے معنی صرف یہ ہیں کہ قصے کے اشخاص میں کچھ مخصوص عادات اطوار خصائل اور طبیعت پیدا کر دی جائے تاکہ ان کی ہستی دوسرے تمام اشخاص قصہ سے ممیز ہو سکے۔"(7)

اگرچہ داستان بھی قصے کی ایک قسم ہے جو اپنے پلاٹ اور کردار نگاری کی وجہ سے اردو فکشن میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ داستان کی کامیابی کا انحصار کرداروں کی کمی بیشی پر نہیں ہوتا۔ کسی داستان میں محض چند کردار ہوتے ہیں لیکن داستان کے معیاری اور دلچسپ ہونے میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بعض داستانوں میں کرداروں کی بہتات ہوتی ہے اور وہ قصے کو بوجھل بنا دیتے ہیں۔ کسی داستان کی کامیابی کا انحصار کرداروں کی تعداد نہیں بلکہ کردار نگاری کا فن ہوتا ہے۔ کردار نگاری جتنی معیاری ہو گی داستان اتنی ہی پُر اثر ہو گی۔ داستان میں پلاٹ اور کردار نگاری کا تعلق بہت اہم ہے۔ اس تعلق کو دو طرح سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ بعض داستانوں میں کرداروں کو پسِ پشت ڈال کر واقعات کو اہمیت دی جاتی ہے اور بعض داستانوں میں پلاٹ کے بجائے کردار کی شخصیت کو نمایاں کیا جاتا ہے اور اسی کے گرد واقعات کا تانا بانا بن جاتا ہے۔ داستان میں کردار نگاری کے حوالے سے کوئی باقاعدہ کلیہ یا ضابطہ مقرر نہیں تاہم داستان میں عموماً داستان گو شروع میں کرداروں کی کچھ اچھائیاں اور برائیاں بیان کر دیتا ہے اور پھر اس کردار کو دوسرے کرداروں کے زیرِ اثر دکھا کر ان اچھائیوں اور برائیوں کو عملی طور پر اس کردار میں دکھا کر اس کو مکمل کرتا ہے۔ داستان کے مرکزی کردار اسی طریقے سے قاری کے سامنے لائے جاتے ہیں جب کہ کچھ کردار ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں داستان گو خود کچھ نہیں بتاتا بلکہ وہ کردار کہانی میں واقعات اور معاملات میں ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان کرداروں کی اچھائی یا برائی ان کے افعال سے سامنے آتی ہے۔ فاسٹر نے کہانی میں کرداروں کو دو اقسام میں منقسم کیا ہے:

"We may divide characters into flat and round."(8)

اردو میں (Flat) کے لیے سادہ اور (Round) کے لیے متحرک اور مکمل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ سادہ کرداروں میں عموماً کسی ایک خاص صفت پر زور دیا جاتا ہے اور یہ صفت دلچسپی سے خالی بھی نہیں ہوتی لیکن چونکہ انسانی زندگی کسی ایک صفت سے ہی متصف نہیں ہوتی اس لیے ان کرداروں کو حقیقت سے دور سمجھا جاتا ہے۔ ایسے کرداروں کو جامد اور بے جان کردار بھی کہا جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایسے کردار قصے میں بالکل حرکت نہیں کرتے بلکہ ایسے کردار اپنی یک صفتی کی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وجہ سے جمود کا شکار نظر آتے ہیں۔ایسے کردار یا تو اچھے ہوتے ہیں یا پھر بُرے۔ متحرک اور مکمل کردار متعدد انفرادی اور اجتماعی انسانی خصوصیات کے علاوہ تدریجی ارتقا کے حامل ہوتے ہیں۔سادہ کردار کے برعکس ان کرداروں کی شخصیت کے تمام پہلو ایک ہی وقت میں قاری کے سامنے نہیں آجاتے بلکہ قصے کے اندر جو ماحول پیش کیا جاتا ہے اس ماحول میں کردار کو جتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ ان سے جس طرح عہدہ برآہ ہوتا ہے اس کا اس کی شخصیت کی تعمیر سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ان حالات میں حسبِ موقع کردار جو مختلف تدابیر بروئے کار لاتا ہے اس کی شخصیت کے نئے نئے گوشے سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ان حالات سے حاصل کردہ تجربات کی روشنی میں وہ اپنا دستور العمل بدلتا اور عقائد وخیالات میں ترمیم کرتا رہتا ہے۔انسانی شخصیت کئی خصائص کا مرکب ہوتی ہے اور وہ حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے اس لیے قاری اس قسم کے کرداروں سے کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتا۔اس حوالے سے فاسٹر مزید لکھتے ہیں:

> "Flat characters...... in their purest form, they are constructed round a single idea or quality: when there is more than one factor in them, we get the beginning of the curve towards the round."(9)

اگرچہ متحرک اور مکمل کردار کو سادہ کردار پر فوقیت ہوتی ہے تاہم دونوں قسم کے کردار قصوں میں ملتے ہیں۔جب مصنف کسی بڑے اور واضح مقصد جس کی اساس اخلاق وتربیت پر ہو اس کی خاطر قصہ بیان کرتا ہے تو اس میں لا محالہ اس قصے کے کردار سادہ(Flat)ہو جاتے ہیں اس کے برعکس جب مصنف حقیقی زندگی کی تصویر کشی کرتا ہے اور اس میں تخیلاتی عناصر کا دخل نہیں ہونے دیتا تو ایسے قصے کے کردار مکمل(Round)ہی رہتے ہیں۔قصے میں کرداروں کو پیش کرنے اور ان کے خصائص و خصائل کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔پہلے طریقے میں کردار اپنے مکالمے کے ذریعے سامنے آتا ہے یعنی متکلم صورت میں پیش کیا جاتا ہے اس کو کردار پیش کرنے کا ڈرامائی طریقہ بھی کہا جاتا ہے۔جس میں ہم مکالمہ کے ذریعے سے کرداروں کی دماغی حالت ان کے جذبات کی بلندی و پستی اور ان کے ہیجانات و اضطراب کا سراغ لگاتے ہیں۔کردار اپنی بات چیت کے ذریعے سے ہمارے سامنے جیتا جاگتا ہیولیٰ بن جاتا ہے۔واقعات بھی اس کی فطرت کو نمایاں کرتے ہیں مگر اس قدر نہیں،اس کی حرکات اور بات چیت ہی سب سے اہم ہے اور اس کے مکالمے ہی اس میں جان ڈال دیتے ہیں۔مصنف ان کرداروں سے متعلق جو کچھ پیش کرنا اور بتانا چاہتا ہے اس کے لیے وہ کرداروں کے مکالمہ(Dialogue)اور حرکت(Action)کا سہارا لیتا ہے اور پڑھنے والے بھی اس میں مکالمہ اور حرکت سے بہت زیادہ مزہ لیتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں وہی اصل چیز ہے جس کی مدد سے ہم ان کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔قصے میں کرداروں کو پیش کرنے کا دوسرا طریقہ بیانیے کا ہے جسے تشریحی طریقہ بھی کہا جاتا ہے۔اس صورت میں کردار کے بجائے مصنف خود سے اس کردار سے متعلق قاری کو آگاہ کرتا ہے۔کردار کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی توضیح وتشریح مصنف کے بیانیے سے ہوتی ہے۔مصنف خود بھی کرداروں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اپنی پسند وناپسند کو بھی ان کرداروں میں شامل کر لیتا ہے۔قصہ پڑھتے ہوئے ہمیں مصنف کی کسی کردار کی بابت رائے کا احساس ضرور ہوتا ہے اور عموماً ہم بھی اس کردار کو پسند کرنے لگتے ہیں، جسے مصنف نے پسند کیا ہو۔اس طرح مصنف کسی کردار یا واقعے سے متعلق ہماری ہمدردی اور نفرت پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔لیکن اس ہمدردی اور طرفداری میں بھی کسی حد تک اعتدال کا ہونا ضروری ہے وگرنہ یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف جس کردار کے بارے میں اپنی پوری ہمدری کا اظہار کرے لیکن ہم اس کو پسند نہ کریں۔کردار کو پیش کرنے کی خوبی یہ ہے کہ قاری اس سے اجنبیت محسوس نہ کرے۔اس ضمن میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> "میرے خیال میں کردار نگاری کی انتہا یہ ہے کہ قاری کردار کے ساتھ اپنی ذات کی تطبیق کرے۔"(10)

قصے میں کردار پیش کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ بعض دفعہ شخص قصے میں خود موجود نہیں ہوتا بلکہ مصنف یا قصے میں موجود کوئی دوسرا کردار اسے متعارف کرواتا ہے۔کسی بھی قصے میں اس قسم کے کردار کو غائب کردار کہا جاتا ہے۔اس صورت میں چونکہ وہ کردار عملی طور پر پلاٹ میں سامنے نہیں آتا اس لیے قاری محض مصنف یا دوسرے کردار کی رائے پر ہی اس کردار سے متعلق اپنی رائے قائم کرتا ہے۔اس کردار سے متعلق مصنف یا دوسرے کردار کی رائے اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ اس کردار کے غائب ہونے کے باوجود ہم اس کے بارے میں بہت کچھ جان لیتے ہیں۔اگرچہ اس کردار کی مکمل شخصیت ہمارے سامنے نہیں آتی۔ قصے میں کرداروں کو پیش کرنے کی کوئی صورت ہو کامیاب کردار وہی ہوتا ہے جو نہ صرف کہانی کے واقعات کو آگے بڑھاتا ہے بلکہ مصنف اور قاری کے درمیان رابطے کا باعث بھی بنتا ہے۔قصے میں کرداروں کو پیش کرنے سے متعلق ہڈسن لکھتے ہیں:

> "In the one case the novelist portrays his characters from the outside, dissects their passions, motives, thoughts and feelings, explains, comments, and often pronounces authoritative judgment upon them. In the other case, he stands apart, allows his characters to reveal themselves through speech and action and

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

reinforces their self-delineation by the comments and judgments of other characters in the story."(11)

کردار اور کردار نگاری کی وضاحت کے تناظر میں ہم اردو کی داستانوں کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ داستان میں کردار کسی بھی صورت میں پیش کیے جائیں ان کا زمان و مکان سے گہرا تعلق ہونا چاہیے۔ مصنف کے تخلیق کردہ کردار یکساں نہیں ہوتے جس طرح ہماری عام زندگی میں افراد بلحاظ صورت و سیرت مختلف نظر آتے ہیں اسی طرح اشخاص قصہ کا بھی آپس میں بلحاظ عادات واطوار ایک دوسرے سے مختلف ہونا ضروری ہے۔ کوئی بھی قصہ یا کہانی خلا میں لکھی نہیں جاتی، بہر حال قصہ گو کا تعلق کسی نہ کسی زمینی جغرافیے سے ضرور ہوتا ہے اور وہ زمینی جغرافیہ مخصوص معاشرت کا حامل ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہماری داستانوں میں کرداروں کی تخلیق میں بھی کسی ایک خاص عہد یا معاشرت کی عکاسی ہوتی ہے اس لیے وہ زندگی کے مختلف مسائل میں الجھتے اور انھیں سلجھاتے نظر آتے ہیں۔اسی لیے داستانوں میں زمانی، مکانی، صنفی، لسانی، فنی اور تکنیکی بنیادوں پر کرداروں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ کردار نگاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس ماحول اور معاشرے کی نمائندگی کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں ان کے نام، طرزِ رہن سہن اور انداز تکلم بھی اسی ماحول کی مناسبت سے ہو۔اس ضمن میں سید وقار عظیم لکھتے ہیں:

"کردار کے نام زیادہ سے زیادہ تصور زا ہونے چاہئیں جس قسم کے واقعات، جذبات، اور افعال سے کرداروں کو مخصوص کیا جائے اس کا اندازہ ان کے ناموں سے بھی ضرور ہونا چاہیے۔"(12)

کرداروں کی تخلیق میں ایک زاویہ تاریخی اور عمرانی بھی ہوتا ہے۔ ہر عہد کا ادب دوسرے عہد کے ادب سے جہاں فنی حوالے سے مختلف ہوتا ہے وہاں زمانی پس منظر سے کام کرنے والے سماجیاتی حالات میں جملہ سیاسی، اخلاقی، معاشی، مذہبی، لسانی، عناصر ان میں فرق پیدا کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی شعور کے بہت سے گوشے منور ہوتے رہتے ہیں اس شعور کا آغاز ادب وفن میں بھی ہوتا ہے اور ادب کے مختلف اسالیب اور اصناف ارتقائی عمل سے گزرتی ہیں اسی لیے وقت کے ساتھ ساتھ ادب پاروں میں فنی پختگی کا پیدا ہونا امکانی طور پر زیادہ ممکن ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اردو کی نثری داستان میں کردار نگاری کے مختلف مراحل نظر آتے ہیں۔اردو داستانوں میں کرداروں کی محبت، سرشت، عادات واطوار ہم پر اسی طرح منکشف ہوتی ہیں کہ وہ ہمیں جیتے جاگتے، چلتے پھرتے انسان نظر آتے ہیں۔ان کرداروں کی حلیہ نگاری، مرقع کشی اسی طور پر کی گئی ہے کہ ان کی باطنی خصوصیات کے ساتھ ساتھ ظاہری خد وخال بھی قاری کے ذہن پر ایک مستقل نقش چھوڑ جاتے ہیں۔"داستان "اردو فکشن کی ایک دلچسپ اور منفرد صنفِ ادب ہے اس لیے اس کے کردار بھی فکشن کی دیگر اصناف سے منفرد اور دلچسپی کے حامل ہیں۔اردو کے داستانوی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر داستان میں ہمیں دو مرکزی کردار اور کچھ ضمنی کردار نظر آتے ہیں جو واقعات کی تفصیل کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے ہیں۔داستان میں تکرار سے بچنے کے لیے ہر کردار کا ماحول، پس منظر اور سیاق وسباق بدل دیا جاتا ہے۔داستان کا ہیرو اگر انسانی معاشرے سے تعلق رکھتا ہے تو اکثر ہیروئن پرستان کی ہوتی ہے۔اسی طرح منفی کرداروں کے لیے جن، دیو، جادو گر، چڑیلیں اور عجیب الخلقت جانوروں کو پیش کیا جاتا ہے۔اسی لیے داستانوی کرداروں میں بظاہر تنوع کی گنجائش کم نظر آتی ہے لیکن داستان گوؤں نے کمال مہارت سے رشتہ ومراتب کے خفیف فرق کو اُبھار کر اُن کرداروں کو ایک دوسرے سے ممیز کیا۔داستان کے کردار ایک جیسی خصوصیات کے حامل ہونے کے باوجود حُسن، شجاعت، وفا، صبر، زہد، خداترسی، جیسے اوصاف کا اظہار ہر کردار مختلف انداز میں کرتا ہے اور یہی بات کرداروں کو ایک دوسرے سے ممیز کرتی ہے۔کرداروں کی جذباتی وذہنی کیفیات اور ظاہری و باطنی نفسیات کا ہر جگہ لحاظ رکھا گیا ہے۔داستانوں کا مطالعہ کرتے وقت ہمارے اندر غیر شعوری طور پر ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"وہ کرداروں کی صورت میں انسانی نفسیات کے دلچسپ مرقعے پیش کرتے ہوئے قارئین کے سامنے ایسے کردار لاتا ہے۔ جنہیں وہ اپنا دوست دشمن اور ہمدرد سمجھتے ہوئے، ویسا ہی ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔"(13)

داستان میں اکثر کردار الوہی نشان رکھتے ہیں اور ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی قوت ان میں موجود ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود داستان نگاروں نے انھیں ایک طاقتور انسان ہی بنا کر پیش کیا دیوتا نہیں بنا دیا۔داستان گو نے ان میں بلند اخلاق کے ساتھ بشری کمزوریاں شامل کر کے ان کو انسان ہی رہنے دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ داستان کے کردار دیومالا اور اساطیر کے کرداروں کی نسبت زیادہ گہرے نقش رکھتے ہیں۔اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کی قدیم داستانوں میں کردار نگاری کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ان داستان نگاروں کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ داستان کے کرداروں کی تخلیق و تشکیل میں وہ ان خیالات وعقائد، نظریات اور تاثرات کی بھرپور عکاسی کرتے نظر آئیں جن کے اظہار کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ہر انسان کے اندر دوسری دنیاؤں کو دیکھنے اور برتنے کا ایک بیکراں جذبہ ہوتا ہے۔داستان کے کردار اسی جذبے کی آسودگی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔یہ وہ کردار اور وہ دنیا ہے جس میں انسان کا تعلق فطرت اور فطرت کے تمام مظاہر سے پوری طرح قائم ہے وہ نئی نئی مخلوقات اور عجائبات کو دیکھنا چاہتا ہے۔داستان ایسی ہی پُر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اسرار سرزمینوں میں اپنے قارئین کو لے جاتی ہیں جو اُن دیکھی ہیں اور جو انسانوں کے وسیع اور بیکراں تخیلات میں اَزل سے آباد ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر محمد اجمل رقم طراز ہیں:

"جب ہم کسی ادبی تخلیق میں مکمل یا صحت مند شخصیت کے خصائل کا بیان پڑھتے ہیں تو ہمیں ایک خاص تسکین حاصل ہوتی ہے دراصل یہ تسکین ہماری شخصیت کی تسکین نہیں ہوتی بلکہ اس تصور کی تسکین ہوتی ہے جو ہم اپنے متعلق باندھتے ہیں۔اس تصور میں ہماری خواہشات، ہمارے عزائم اور ہمارے منصوبے یکجا ہوتے ہیں۔اس بیان پڑھنے سے ہمیں یہ تسکین حاصل ہوتی ہے کہ جو ہم آہنگی اور یک سوئی ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں ہمیں حاصل ہو چکی۔حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔"(14)

ہماری داستانوں میں داستان کی طوالت کا تمام تر دارو مدار چونکہ اس کی دلچسپی اور تجسس پر ہوتا ہے اس لیے داستان گو اپنی کہانی میں حیران کن واقعات اور عجیب و غریب کردار پیدا کر کے رنگینی پیدا کرتا ہے۔بعض اوقات اسے ایسے کردار متعارف کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے جو عجیب و غریب جسامت کے حامل ہوتے ہیں اور اکثر اس مقصد کے لیے مافوق الفطرت کردار تخلیق کیے جاتے ہیں۔ایسے کرداروں کو پیش کرنے کے لیے اُن کی اپنی خاص زبان استعمال کی جاتی ہے۔جو نہ صرف کرداروں کے ساتھ خاص تعلق رکھتی ہے بلکہ اپنے ماحول کی نسبت سے بہت ہی خالص ہوتی ہے۔اردو کی نثری داستانیں جو زیادہ تر فارسی، عربی اور سنسکرت سے تراجم ہیں۔ان داستانوں میں ایران، عرب، یمن، بصرہ، چین، روم اور اسی نوع کے دور دراز کے شہروں کا ذکر ہونے کے باوجود اُن میں پیش کیے جانے والے کرداروں پر اُن کے اپنے لباس، طرز بود و باش، نشت و برخاست، اندازِ گفتگو میں اُن پر ہندوستانیت کی چھاپ ملتی ہے۔

ہماری داستانوں کے مرکزی کردار طبقہ بالا تک محدود کر دیے جاتے ہیں۔ان کرداروں میں بادشاہ، شہزادے، راجے، وزیر، وزیر زادے، بادشاہ زادیاں، وزیر زادیاں، ملکائیں، امرا، تاجر، سوداگر، وغیرہ پائے جاتے ہیں۔غرض متوسط طبقے کے انھی افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو کسی حد تک طبقہ بالا سے متعلق ہوتے ہیں مثلاً خواجہ سرا، دائی، مغلانی، مہری، قلماقنی، مہترانی، خدمتگار وغیرہ لیکن ان کرداروں کی زندگی بھی صرف اس حد تک ہی دکھائی جاتی جس حد تک وہ مرکزی کرداروں سے متعلق ہوتی ہے۔اسی طرح داستانوں میں انفرادی اور اجتماعی کردار نگاری بھی نظر آتی ہے جیسا کہ انیسیں جلیسیں، سہیلیاں، خدمت گار وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے۔اسی طرح اکثر داستانوں میں کرداروں کو کوئی خاص نام دینے کے بجائے ان کے پیشے کو ہی ان کی پہچان بنا کر پیش کیا گیا ہے۔چڑی مار، چڑیمار کی بیوی، سوداگر، خواجہ سرا، مغلانی، دائی وغیرہ جیسے کردار بھی اردو داستانوں میں ملتے ہیں۔تاہم داستانوں میں اہمیت طبقہ بالا کے کرداروں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔اس لیے اویس احمد ادیب لکھتے ہیں:

"قدیم افسانہ نگار عام طور پر ادنی درجہ کے کردار کو انتخاب کبھی نہ کرتے تھے کیونکہ ان کی نظروں میں ان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ان کا خیال تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی واقعہ اہم نہیں ہوتا۔اس لیے بادشاہ، شہزادے، وزیر، وزیر زادے، امراء، امیر زادے، رؤسا اور بادشاہزادیاں اور رؤساء کی لڑکیاں قصوں کے کردار کے لیے انتخاب کی جاتیں۔"(15)

ہماری داستانوں میں انسانی کردار اور مافوق الفطرت کردار ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔تمام قصے میں ان کرداروں کا ایک دوسرے سے واسطہ رہتا ہے۔ضمنی قصے اور قصہ در قصہ کے التزام اور مافوق الفطرت کرداروں کی تخلیق، ان کی سراپا نگاری کی وجہ سے ان داستانوں میں کردار نگاری اور بھی دشوار ہو جاتی ہے۔عشق و محبت، قید و بند اور جنگوں کے بیان میں انسانی اور مافوق الفطرت کردار ایک دوسرے سے برسرِ پیکار نظر آتے ہیں۔اس لیے جب داستان نگار انسانوں کے مقابلہ میں ان کرداروں کی مافوق الفطرت خصوصیات میں کچھ کمی کر کے انھیں انسانوں سے شکست دلواتا ہے تو ان پر غالب آنے کے لیے انسانوں میں کچھ مافوق الفطری یا ان سے مشابہ خصائص بھی پیدا کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ داستان کے اکثر انسانی کرداروں میں بھی وہی طاقت اور شجاعت بھر دی جاتی ہے جس کا عام انسان میں تصور ممکن نہیں۔اگرچہ داستانوی کرداروں کا یہی کمال اُن کا عیب بھی گردانا جاتا ہے لیکن داستان کے یہ کردار عجیب الخلقت ہونے کے باوجود اُس ماحول کے مطابق نظر آتے ہیں جیسا ماحول داستان میں پیش کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر ممتاز منگلوری لکھتے ہیں:

"داستانوں کے کرداروں کو اس سے کسی بہتر روپ میں دیکھنے کی خواہش کرنا غلطی ہے اور ان کی مثالیت پر حقیقی زندگی کا کوئی جامعہ کھینچ تان کر موزوں کرنے کی کوشش کرنا داستان کی فنی نوعیت سے بے خبری ہے۔"(16)

داستانوں کے اکثر کردار اولوالعزم اور مہم جو ہوتے ہیں۔وہ اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔یہ درست ہے کہ ایسے کردار انسان کو عام طور پر دنیا میں نظر نہیں آتے لیکن یہ وہ کردار ہیں جنھیں انسان دیکھنا چاہتا ہے۔اردو نثری داستانوں میں ہمیں یہ کردار چلتے پھرتے اور ہنستے بولتے نظر آتے ہیں۔ان کے دل خواہشات اور جذبات سے لبریز ہوتے ہیں۔وہ صرف خود ہی محبت و نفرت نہیں کرتے بلکہ قاری کے دل میں بھی وہی جذبات پیدا کر دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم ان کرداروں سے محبت کریں یا

نفرت ہمارے ذہن پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں اور ہمارے تخیل کی دنیا میں زندہ رہتے ہیں۔ داستان میں کرداروں کو پیش کاری کے اعتبار سے مختلف درجات اور طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو کہ داستانوی کرداروں کی اقسام کہلائیں گی۔ قصے کی کامیابی کا دارومدار بہت کچھ کرداروں کی تخلیق پر ہوتا ہے۔ یعنی ایسے کردار جو پلاٹ اور زمان و مکان کے مطابق ہوں کہ صرف اسی صورت میں وہ کردار دلچسپ اور دل پذیر ہو سکتے ہیں۔ ہماری داستانوں میں مستقل اور غیر مستقل دو طرح کے کردار ملتے ہیں۔ مستقل کرداروں میں ہیرو اور ہیروئن شامل ہوتے ہیں جو تمام قصے میں موجود ہوتے ہیں۔ داستان کا تمام پلاٹ انھی دو کرداروں سے متعلق ہوتا ہے اور پلاٹ میں ہر وقت ان دونوں کرداروں میں سے کوئی ایک کردار ان ایکشن رہتا ہے۔ غیر مستقل کردار داستان کے ضمنی کردار ہوتے ہیں جو ہیرو اور ہیروئن کو ابھرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان کرداروں میں سے کچھ کردار تو ہر وقت ہیرو، ہیروئن یا ولن کے ساتھ رہتے ہیں جو داستان میں اہم معاون کردار کہلاتے ہیں جبکہ کچھ کردار محض واقعاتی ہوتے ہیں اور کسی ایک خاص مہم یا واقعے کے لیے تخلیق کیے جاتے ہیں اور اس واقعے یا مہم کے ختم ہو جانے پر وہ کردار بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ The "Routledge dictionary of literary terms" میں کرداروں کی تقسیم یوں کی گئی ہے:

> "There are characters and characters in fiction; we recognize some as of the center and others as of the circumference. Some are characters in the Aristotelian sense (i.e., detailed figures with their own motives and capacity for distinctive speech and independent action); some are enabling aspects of story, minor figures, stereotypes; there are some to whose perceptions we give credence (from poetic speakers to characters like Anne Elliot in Persuasion) and some we regard as a contextual society; some who partake in and are changed in the action (heroes, protagonists and confidantes or devices."(17)

یوں دیکھا جائے تو ہمارے داستانوی ادب میں کرداروں کی دو بڑی اقسام سامنے آتی ہیں جن میں انسانی کردار اور مافوق الفطرت کردار شامل ہیں۔ یوں انسانی کرداروں کو دو درجات یعنی طبقہ بالا اور طبقہ زیریں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک، داستان کے مرکزی کردار طبقہ بالا سے تعلق رکھتے ہیں یہ بادشاہ، بادشاہزادہ، وزیر، وزیر زادہ، بادشاہ زادی، ملکہ، وغیرہ ہوتے ہیں۔ دوم، طبقہ زیریں سے تعلق رکھنے والے کرداروں میں دائی، سوداگر، مصور، انیسیں جلیسیں، مہترانی، وغیرہ شامل ہیں۔ انسانی کرداروں میں ایک اور طبقہ مذہبی کرداروں کا بھی ہے جس میں فقیر، درویش، بزرگ، سنیاسی وغیرہ شامل ہیں جن میں سے ایک کردار کم و بیش ہر داستان میں ملتا ہے۔ انسانی کرداروں کے علاوہ مافوق الفطرت کردار ہیں۔ مافوق الفطرت کرداروں کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں جن، دیو، پری، چڑیل، بھوت وغیرہ جیسے کردار شامل ہیں جو ہمیں نظر تو نہیں آتے لیکن کسی نہ کسی طرح ہمارے عقیدے کا حصہ ہیں اور داستان میں یہ مجسم کردار کی صورت میں پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرے درجے میں جانور کردار شامل ہیں جن میں بھیڑیا، شیر، گیدڑ، ہرن، سانپ، نیولا، بچھو وغیرہ جیسے کردار ہیں جو کہ عام ملتے ہیں۔ تیسرے درجے میں پرندوں کے کردار شامل ہیں جن میں طوطا، مینا، سیمرغ، زاغ وغیرہ جیسے کردار ہیں جن میں طوطے کو اہمیت حاصل ہے۔ جانوروں اور پرندوں کا کہانی میں بطور کردار استعمال کے ضمن میں سید احتشام حسین لکھتے ہیں:

> "جانوروں، پرندوں اور حیوانوں کو کردار قرار دے کر کہانیاں لکھنے کا رواج تقریباً ہر ملک میں دکھائی دیتا ہے۔"(18)

داستان میں داخلی واردات کے بجائے خارجی واقعات کو اہم سمجھا جاتا ہے اس لیے ان داستانوں میں چند حیرت انگیز اور دور از قیاس واقعات کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات کو پُر تجسس اور دلچسپ بنانے کے لیے انسانی کرداروں کے علاوہ مافوق الفطرت ہستیاں بھی تخلیق کی جاتی ہیں جو مشکلات کو آسانی سے حل کر دیتی ہیں۔ داستان میں جن و پری جیسی غیر انسانی مخلوقات بستی ہیں اور ان سے محیر العقول کارنامے اور فوق عادت کرشمے ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن داستان کے کردار خلاف عادت سہی، خلاف فطرت نہیں ہوتے۔ اس لیے قاری اس مخصوص داستانوی ماحول میں ان کرداروں سے اجنبیت محسوس نہیں کرتا کہ ان میں ہماری طرح ہی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں۔ وہ مافوق الفطرت کردار ہماری طرح ہی سوچتے، محسوس کرتے، برتاؤ کرتے اور بولتے نظر آتے ہیں۔ جس عہد کی کہانیوں میں دیو، جن، بھوت، پری جیسی غیر انسانی مخلوقات سانس لیتی تھیں اس عہد کے لوگوں کا ان پر ایمان بھی تھا اسی لیے وہ ان سے کسی قسم کی مغائرت محسوس نہیں کرتے تھے۔ ابتدائی اساطیر اور دیومالا کے عہد میں نیم مہذب اور نیم متمدن انسان نے دیوی دیوتاؤں کے بارے میں یہی تصور کیا کہ وہ انسانوں جیسی زندگی گزارتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عموماً دنیا بھر اور خصوصاً یونان و ہند اور مصری و بابلی اساطیر اور دیومالا میں پیش کردہ دیوی دیوتا انسانوں کی طرح حسد، غصے، مسرت، سرشاری، خماری، محبت، نفرت، کینہ، بغض، اور انتقام جیسے جذبات کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف شادیاں کرتے اور مر جاتے بلکہ بعض اوقات ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرتے جن کا اخلاقیات

کے رائج سماجی معیارات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ان دیوی دیوتاؤں کے ساتھ ہی کچھ ایسے انسانوں کا ذکر بھی ابتدائی عہد کی کہانیوں میں ملتا ہے جو عام انسانوں اور دیوتاؤں کے درمیان واسطے کا کام دیتے تھے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کے ساتھ بھی فوق الفطری خصوصیات وابستہ کردی جاتی تھیں۔آج کے موجودہ دور میں بھی ہم بہت سی فوق البشر مخلوقات کو دیکھ نہیں پاتے لیکن ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔اسی ضمن میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"قدیم ہندوستانی معاشرت عام انسانوں اور دیوی دیوتاؤں کے درمیان اتنی مشابہتیں دیکھتی تھی کہ انسانوں کا ایک خاص طبقہ وجود میں آگیا تھا جس کے افراد رشی یا منی کہلاتے تھے۔یہ جتی ستی، تپسوی، جوگی اور رشی منی اپنی ریاضت سے دیوتاؤں کو اس طرح رجھاتے تھے کہ وہ خوش ہو کر انہیں غیر معمولی طاقتیں عطا کر دیتے تھے۔ باالفاظ دیگر قدیم ہندی معاشرت مقام آدمیت کا بڑا گہرا شعور رکھتی تھی کہ دیوتاؤں میں اور انسانوں میں نہ صرف مماثلت دیکھتی تھی بلکہ یہ دعویٰ بھی کرتی تھی کہ ایسے جتی ستی بھی موجود ہیں جو چاہیں تو چھوٹے موٹے دیوتاؤں کو بھی زیر کر لیں ۔ظاہر ہے کہ ان حالات میں انسانوں سے حیرت انگیز کوائف واقعات اور مہمات کا انتساب نہ پڑھنے والوں کو عجیب و غریب معلوم ہوتا ہوگا، نہ لکھنے والوں کے لیے کوئی نئی بات سمجھا جاتا ہوگا۔"(19)

اردو کے قدیم داستانوی ادب میں عموماً جو کردار کرتے نظر آتے ہیں وہ زیادہ تر مافوق الفطرت ہیں۔اُن کرداروں سے اکثر ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو ایک انسان سے عام زندگی میں نہیں ہو سکتے۔ جس کے امکان کا حقیقی زندگی میں شبہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ کردار جنوں، پریوں، دیو کی صورت میں قصے میں نمودار ہوتے ہیں اور اپنی مافوق الفطرت طاقت کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ان کرداروں میں اکثر جانور بھی شامل ہوتے ہیں یہ جانور انسانوں کی طرح بولتے اور غور و فکر کر کے فیصلے کرتے ہیں۔ یہ جانور غیب دان ہیں اور اپنی غیب دانی سے انسان کو فیض پہنچاتے ہیں یہ عموماً نیک کرداروں کے ساتھی اور بد کرداروں کے دشمن ہوتے ہیں۔ جن، دیو، دیونی، پری بھوت پریت کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں ہر داستان میں ہوا ہے۔ یہ ایک ایسی آتشی خلقت ہے جو عموماً مشاہدہ میں نہیں آتی مگر ان کا وجود تحریر و تقریر میں موجود ہے، گویا آنکھوں سے نہیں دیکھا، کانوں سے سنا ہے ذہنوں میں ان کا وجود جا گزیں ہے اور انھیں غیر معمولی قوتوں کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ان کرداروں کے جذبات، احساسات اور خیالات انسانوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔اسی بارے میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"بھوتوں اور پریتوں، جنوں اور پریوں کی زندگی کی تصویر اس طرح کھینچی جاتی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح زندگی کے دکھ، درد، سوز ساز اور سوگ بروگ سے متاثر ہوتے ہیں۔"(20)

مجموعی طور پر ہماری داستانوں میں کرداروں کی ایک دنیا آباد ہے۔ شہزادے، شہزادیاں، غلام، کنیزیں، وزیر مصاحب، خواجہ سرا جادو گر، بزرگ، چڑیلیں، آسیب، سیاح، مزدور، فقیر، حجام، نانبائی ملاح اور طرح طرح کے جانور اور پرندے، جن کا دنیا کے ان باسیوں کے ساتھ گہرا اور سچا رشتہ ہے۔ان کرداروں کی اس دنیا میں شراب و کباب کی دعوتیں اور محفلیں جمتی ہیں اور ان دعوتوں میں طرح طرح کے فریب دیئے جاتے ہیں۔ اردو داستانوں میں دیو، جن، بھوت اور پری ہماری ہی طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہیں تاہم ان میں اتنا فرق برقرار رکھا جاتا ہے کہ اکثر دیو آدم خور ہوتے ہیں، دیو اور پریاں اڑنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ان کرداروں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی بالکل ہماری طرح ہی ہوتی ہے۔ان کے رسوم ورواج اور عقائد ورجحانات ہمارے رسوم وعقائد سے ملتے جلتے ہیں۔ان میں بھی انسانوں کی طرح نیک اور بد افراد پائے جاتے ہیں۔ عشق و محبت کے چرچوں سے ان کی دنیا بھی معمور ہے۔اس ضمن میں کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

" جادو گر جادو گر بھی ہے اور انسان بھی۔ وہ بھی بولتا چالتا، کھاتا پیتا، جاگتا سوتا انسان ہے۔اس کے پہلو میں بھی انسانی دل ہے۔ وہ بھی محبت و نفرت کرتا ہے۔ غمگیں و مسرور ہوتا ہے۔ عیش کرتا یا تکلیفیں سہتا ہے۔نیک دلی، فیاضی، رحم و کرم انصاف سے کبھی کام لیتا ہے تو کبھی بدی، بے رحمی، سختی، ناانصافی کا مرتکب ہوتا ہے۔"(21)

عموماً دیکھا جائے تو عورتوں اور مردوں کی فطرت اور اندازِ بیان میں کافی فرق ہوتا ہے۔ عورت مرد سے زیادہ حساس اور مستقل مزاج ہوتی ہے۔اگرچہ وہ میدان جنگ میں جا کر شجاعت کے جوہر نہیں دکھاتی لیکن مردوں کی شجاعت اور دلیری کو بڑھانے میں عورت کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ داستانوں میں عورت کو زیادہ تر مافوق الفطرت ہستی یعنی پری کے روپ میں پیش کیا گیا۔ ہماری داستانوں میں عورت کا کردار منفی اور مثبت دونوں صورتوں میں بہت متحرک نظر آتا ہے۔ نسوانی کرداروں میں پاکدامنی، حیا، شرم، مہر وفا، صدق وصفا کے جذبات دکھائی دیتے ہیں۔ نسوانی کرداروں میں زندگی اور جان ملتی ہے ان میں پہل قدمی کی ہمت اور بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ عقل عامہ سے کام لینے کا سلیقہ بھی ملتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو داستانوں کے نسائی کردار حد درجہ رومانی اور دل کش بھی ہوتے ہیں۔

اردو نثری داستان کا ایک اہم کردار فقیر یا درویش کا ہے جو کم و بیش ہر داستان میں ملتا ہے۔ یہ کردار کسی حد تک مثالی ہوتے ہیں کہ یہ کردار اچھائی کا مجسم نمونہ

ہوتے ہیں۔ابتدائے داستان میں ہی ہر بادشاہ کو عموماً لاولد پیش کیا جاتا ہے پھر کسی فقیر، بزرگ اور درویش کی دعا سے اس بادشاہ کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور وہی اولاد دراصل داستان کا ہیرو ہوتا ہے۔ہیرو کے ہیروئن کے عشق میں گرفتار ہو کر عازم سفر ہونے کے بعد جب داستان مہماتی زمان و مکان میں داخل ہو جاتی ہے جہاں ہیرو کی راہ میں قدم قدم پر مشکلات سر اٹھائے کھڑی ہوتی ہیں تو ایسے میں کوئی فقیر یا درویش ہی غیبی امداد کے طور پر ظاہر ہوتا ہے اور ہیرو کو اس مشکل سے نکال کر پھر غائب ہو جاتا ہے۔اکثر داستانوں میں یہ کردار واقعاتی ہوتے ہیں اور کسی ایک واقعے کی ضرورت کے تحت ہی سامنے آتے ہیں اور اس واقعے کے گزر جانے کے بعد یہ کردار بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کرداروں کے حوالے سے اویس احمد ادیب لکھتے ہیں:

"اردو کے قدیم افسانوں کا ایک خاص رنگ تھا کہ مصنف اپنے قصہ کے ہیرو یا ہیروئن کو مصائب کا شکار بنا کر کسی بزرگ درویش یا فقیر کی مدد سے اس کی مشکلات حل کراتے تھے۔"(22)

اس کے علاوہ ہماری داستانوں میں بہت سے ایسے کردار بھی ہوتے ہیں جن کو داستان گو عوام یا لوگ کہہ کر داستان کو آگے بڑھاتا ہے۔ایسے کرداروں کی تخلیق کا مقصد محض اجتماعی رویے کا اظہار ہے جو معاشرے یا سوسائٹی کے رویے اور اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔داستان میں بہت سے کردار محض ایک سین کے لیے آتے ہیں۔داستان گو قاری کو ایسے کرداروں سے روشناس کروا کے پھر ان کے متعلق کچھ تحریر نہیں کرتے کہ ان پر کیا گزری۔دورانِ قصہ قاری یہ سوچتا رہتا ہے کہ ان کرداروں پر کیا بیتی ہو گی۔ایسے کردار داستان میں ذیلی کردار کے روپ میں سامنے آتے ہیں جو داستان میں ایک خاص منزل پر پہنچ کر ہمارے سامنے آتے ہیں اور مزید تبدیلی یا ارتقا نہ پاتے ہوئے منظر سے ہٹ جاتے ہیں ان کے انجام کا کچھ پتا نہیں چلتا۔

اردو داستانوں پر ہونے والی تنقید میں سب سے زیادہ اعتراض اس کے مافوق الفطرت کرداروں پر کیا جاتا ہے۔کرداروں کی پیش کاری میں عموماً سادگی سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کردار حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔انسانوں کی طرح جیتے جاگتے ان ہی کی طرح اظہار کرتے ہوئے لیکن کہانی میں مکمل طور پر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ افسانوی رنگ مکمل طور پر حقیقی نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ کردار کبھی بھی مکمل حقیقی نہیں ہو سکتا۔داستانوی ماحول میں مافوق الفطرت کردار ہی دراصل اس کی جان ہوتے ہیں۔ایک عام آدمی سے محیر العقول واقعات کا سر انجام پانا عقیل سے بعید ہے یہی وجہ ہے کہ فرضی اور تخیلاتی کرداروں کو بھی ان واقعات کی انجام دہی کے لیے بے پناہ طاقت عطا کر دی جاتی۔فرضی اور تخیلاتی کردار نا قابل یقین ہونے کے باوجود اتنے ہی جاندار ہیں جتنا کہ ایک حقیقی کردار پیش کیا جا سکتا ہے۔لیکن یہ بھی یاد رہے کہ داستان گو ایک خاص حد تک ہی فرض کر سکتا ہے۔اس کے تخیل کی پرواز ایک محدود دائرے کے باہر جانے سے قاصر ہوتی ہے۔داستان گو کے پیش کردہ کردار اس خاص حد سے پرے یعنی محدود دائرے سے نکل کر تخیلاتی پرواز کی حدیں عبور کرنے کے بعد بھی حقیقت کا تھوڑا بہت عکس لیے ہوتے ہیں۔اس حقیقت کا ادراک تب ہوتا ہے جب اس کردار کا پیرایہ اظہار، لہجہ، نشت و برخاست، قیام و طعام اور سب سے بڑھ کر عشق و محبت کے جذبات کے ذریعے سامنے لایا جاتا ہے۔اس حوالے سے مجتبیٰ حسن نے لکھتے ہیں:

"ہمارے افسانوی ادب کے بھوت، دیو، جن اور پریاں صرف خیالی اور خرافاتی نہیں ہیں۔یہ اتنی ہی حقیقی ہیں جتنی انسانی فکر یا خود آدمی۔یہ ہماری داستانیں ہیں۔ان میں ہمارے ہی چہرے ہیں۔ان کا حسن ہمارا حسن ہے۔ان کی بدصورتی ہماری ہی بدصورتی ہے۔"(23)

داستانوی ماحول سے باہر یہ مافوق الفطرت اور محیر العقول انسانی کردار حقیقت سے دور اور مثالی ہوں لیکن اس داستانوی معاشرے میں یہی کردار حقیقت کا روپ لیے ہوئے ہیں اور داستان کی دلچسپی کی وجہ بھی یہی عجیب الخلقت کردار ہیں۔مجموعی طور پر داستان میں کرداروں کو ان کی عادات، مقام و مرتبہ اور ایکشن کی بدولت مثبت منفی، مردانہ، نسوانی، مرکزی، مزاحمتی، معاون حقیقی، مافوق الفطرت، زمینی، آسمانی تمثیلی، تجسیمی، مزاحیہ، بہروپیہ، جادوئی، جاسوس، سازشی، جنگجو، ثالثی کرداروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔اگرچہ داستانوی کرداروں کی یہ تقسیم مستقل نہیں ہو سکتی لیکن داستانوں میں اکثر کردار انھی میں سے کسی ایک روپ میں نظر آتے ہیں۔ان کرداروں میں سے ہی اہم ترین داستانوی کردار سامنے آتے ہیں۔لکھنو کی نثری داستانوں میں یوں تو کرداروں کی کثرت پائی جاتی ہے اور ان میں سے بھی کچھ لکھنوی داستانیں جن میں بوستان خیال، داستان امیر حمزہ، الف لیلہ و لیلہ اور قصہ اگر گل جیسی طویل داستانیں بھی ہیں ان میں کرداروں کی بہتات ہے۔نثری داستانوں میں کرداروں کی اس بہتات کے باوجود بلحاظ اعمال و افعال تین قسم کے کردار مرکزی، ولن اور اہم معاون کردار زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔اردو داستان میں اکثر کردار بہت محدود مدت کے لیے پیش کیے جاتے ہیں اور صرف واقعاتی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ایسے کردار داستان کے ارتقا یا دلچسپی میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرتے۔اس کے برعکس مرکزی، ولن اور اہم معاون کردار داستان میں طویل دورانیے پر مشتمل ہوتے ہیں۔تمام قصہ انھی کرداروں سے متعلق ہوتا ہے اور یہی کردار داستان کے ارتقا اور اس کی دلچسپی میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔داستانوی ماحول میں بعض اہم ترین معاون کردار ہمیشہ زندہ رہنے والے کردار ہیں۔ان میں زبان و بیان، اور تکنیکی حوالے سے داستان گوؤں نے خاصا تنوع پیدا کیا ہے اور یوں اپنی اپنی انفرادی ایچ کو ابھار کر سامنے لانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ داستان میں ایک جیسا پلاٹ ہونے کے باوجود یہ کردار ایک

دوسرے سے علیحدہ شناخت رکھتے ہیں اور آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ داستان گوؤں نے سیکڑوں ایسے کردار پیش کیے ہیں جن میں سے اکثر زندہ و جاوید رہیں گے۔ بزرجمہر ،امیر حمزہ، عمرو عیار، حاتم طائی، راجہ بکرماجیت، مردوں میں اور عورتوں میں ملکہ مہر نگار، ملکہ بہار، نجم النساء مدن بان، گل رخ وغیرہ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ کردار اایکشن میں کسی صورت بھی کم دلچسپی کے حامل نہیں اور مشہور عالمی کرداروں کے مقابلے میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔اسی ضمن میں علی عباس حسینی لکھتے ہیں:

"افسوس یہ ہے کہ مغربی ادب کی دلدادہ نئی نسل ان داستانوں کا پڑھنا تضیع اوقات سمجھنے لگی ہے، ورنہ ہمارے اسی ادب میں قلوپطرہ، ہیلین، ڈسترمونا، لیڈی میکبتھ، آیا گو اور فال اسٹاف کی سی اکثر سیر تیں موجود ہیں۔"(24)

دیکھا جائے تو اردو کی داستانوں میں اہم ترین کرداروں میں اولیت مرکزی کرداروں کو حاصل ہے جو داستان کے ہیرو اور ہیروئن ہیں۔ یہ کردار ہر داستان میں موجود ہوتے ہیں اور ان کے بغیر داستان کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ان داستانوں میں بیتال پچیسی اور سنگھاسن بتیسی دوایسی داستانیں ہیں جن میں ہیروئن موجود نہیں جبکہ باقی تمام داستانوں میں ہیروئن کا کردار بھی ہیرو کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ان داستانوں کی عظمت چونکہ ہیرو کی رفعت سے منسلک کر دی جاتی ہے اسی لیے ان داستانوں کے تمام ہیرو بادشاہ ،شہزادے یا پھر راجے ہیں۔ یہ مرکزی کردار قدیم اسطوریا پھر دیومالا کے ہیرو، ہیروئن کی طرح دیوی دیوتا کے دعوی دار تو نہیں ہوتے لیکن ان کی جامع صفات انھیں دیوی اور دیوتاؤں کے قریب لے جاتی ہیں۔ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"داستانوں کا تجزیہ کیا جائے تو داستانی ہیرو کا ایک مخصوص تصور ابھرتا ہے۔ گو وہ فوق الفطرت میں سے نہیں لیکن ان ہی کی مانند وہ کئی طلسماتی قوتوں کا حامل ہوتا ہے۔ بلحاظ کردار وہ مثالی ہوتا ہے اور تمام اعلیٰ وارفع خصائل کا مجسمہ ! وہ بالعموم بادشاہ یا شہزادہ ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم مادی لحاظ سے وہ زندگی میں بہت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔"(25)

عموماًداستانوں میں ہیرو اور ہیروئن کا کردار عاشق اور معشوق کا ہوتا ہے۔داستان میں اصل قصے کا آغاز ان دونوں کرداروں کے عشق سے ہوتا ہے اور اس عشق کو موضوع بنا کر ہی دستان گو قصے کو مہماتی زمان و مکان میں لے جاتا ہے پھر عجیب وغریب واقعات رونما ہونے لگتے ہیں اور دونوں کا ملنا جو کہ بظاہر سہل نظر آرہا ہوتا ہے اس میں اتنی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں کہ داستان طویل سے طویل تر ہوتی چلی جاتی ہے۔داستان کا ہیرو عشق بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور ہیروئن بھی ہمیشہ حُسن میں بے نظیر ہوتی ہے۔ ہیرو اور ہیروئن حُسن و عشق کے حوالے سے جمیع صفات سے متصف رہتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرے میں اور بالخصوص اردو شاعری میں معشوق کے حسن کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اردو داستان کی ہیروئن اس معیار پر نہ صرف پوری اُترتی ہے بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی دکھائی دیتی ہے۔ ہیروئن کا سراپا اور اس کی آرائش وزیبائش، نازواداکم وبیش ہر داستان میں ایک جیسی رہتی ہے۔ ہیرو بھی حسن میں کچھ کم نہیں ہوتا کہ داستان کی ہیروئن جو کہ پری وش ہوتی ہے اکثر ہیرو کو پہلی نظر میں دیکھتے ہی نہ صرف عاشق ہو جاتی ہے بلکہ اس کے حُسن کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش بھی ہو جاتی ہے۔ حُسن و عشق میں اکمل ہونے کے علاوہ ہیرو دوسرے علوم میں بھی ماہر ہوتا ہے جو اسے پیش آئندہ مہمات میں کام آتے ہیں اور جن کی بدولت وہ دیگر کرداروں سے افضل رہتا ہے۔اس کے علاوہ تمام اخلاقی صفات جن میں شجاعت، بہادری، سخاوت، ہمدردی، ایثار، قربانی، سچائی، جھوٹ سے نفرت، عزم واستقلال، بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ گیان چند جین داستان کے ہیرو سے متعلق لکھتے ہیں:

"وہ حسن میں یوسف ثانی عشق میں رشک مجنوں۔ شجاعت میں غیرت رستم اور عقل میں ارسطوئے زماں ہوتا ہے۔"(26)

ہماری داستانوں کے ہیرو کے بارے میں یہی کہنا مناسب ہوگا کہ وہ جان جائے پر آن نہ جائے کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ داستان کے مرکزی کرداروں سے متعلق ڈاکٹر آرزو چودھری لکھتے ہیں:

"داستان کے ہیرو اور ہیروئن کا غیر معمولی، اعلیٰ مرتبت، عالی نسب اور مجسمہ انسانیت ہونا لابد اور ناگزیر ہے۔ دنیا کی کہنہ داستانوں کا یہی چلن ہے۔ اچھے قصے کہانیوں میں داستانی ہیرو اور سورماؤں کا انتخاب شاہوں، شہزادوں، راجاؤں اور راجکماروں، وزیر زادوں، امیر زادوں، تاجر زادوں وغیرہ میں سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہیروئن راجکماری، بادشاہ زادی، یا کوئی پری وغیرہ ہوتی۔ قصے کا ہیرو نیک اطوار، پیکر اخلاق سخی، باذوق، حسن پرست، دلیر، بے ہمتا، باوفا، صاحب دانش وبینش اور اکثر اوقات شہ زور ہوتا ہے۔ حسن وخوبی میں کوئی اس سے مماثل اور اس کا مدمقابل نہیں۔ ہیروئن کے حصے میں بھی زمانے بھر کی اچھائیاں اور محاسن آئے ہیں۔"(27)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہمارے تمام افسانوی ادب جس میں داستان، ناول، افسانہ، ڈرامابی شامل ہے اس میں ہیرو اور ہیروئن کی کردار نگاری پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اسی لیے قاری یاناظر منفی قوتوں کے مقابلے میں ہیرو یا پھر ہیروئن کا طرفدار رہتا ہے اور ان کرداروں کے ساتھ ہمدردی اور دلی وابستگی رکھتا ہے۔ داستان گو معاشرے کا ایک حساس فرد ہوتا ہے اور معاشرے کے رجحان اور مذاق کے مطابق ہی مرکزی کرداروں کا انتخاب کرتا ہے۔ داستان کے مرکزی کرداروں میں طبقہ زیریں کے افراد شامل

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نہیں ہوتے بلکہ ایسے افراد ذیلی کردار کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں اور نچلے طبقے کے انھی افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جو امرا کے متوسلین اور لوازم کے طور پر ہوتے ہیں۔ ویسے بھی داستان کا موضوع اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے مرکزی کردار شہزادے اور شہزادیاں ہی ہوں کہ عشق و محبت، رزم و بزم عوامی زندگی کے مشاغل نہیں۔ عام آدمی کے لیے غم جاناں سے زیادہ غم دوراں اہمیت رکھتا ہے اور ویسے بھی داستانوی عشق بازی کے لیے بے فکری اور لاابالیوں کی ضرورت ہے جہاں ہیرو اپنا گھر بار، آرام و سکون چھوڑ کر دشت و بیابان کو نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

> "دوسری قسم کے افسانوں کی طرح داستان میں بھی ایک ہیرو ہوتا ہے جو واقعات کا مرکز ہوتا ہے اور ایک ہیروئن ہوتی ہے۔ یا ایک سے زیادہ۔۔۔ یہ ہیرو عموماً کوئی بادشاہ یا شاہزادہ اکثر کسی بادشاہ کا سب سے چھوٹا فرزند ہوتا ہے۔ اس انتخاب کی وجہ سے داستان میں ذرا شان و شوکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ عام خیال یہ تھا اور ایک حد تک صحیح بھی تھا کہ بادشاہ کی زندگی میں رنگینی اور بوقلمونی زیادہ ہوتی ہے اور بادشاہوں کو رزم و بزم غرض ہر قسم کے تجربات کے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور ان کی زندگی میں گردش لیل و نہار کے زیادہ بااثر مرقعے ہاتھ آ سکتے ہیں۔" (28)

ہیرو اور ہیروئن کی محبت کی داستان کو منفی کردار اپنے منفی ہتھکنڈوں سے الجھا دیتے ہیں اس سے بظاہر ایک سادہ عشقیہ داستان پیچیدہ ترین صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اردو نثری داستانوں میں ایک سے ایک بڑھ کر انسانی اور مافوق الفطرت منفی کردار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہ منفی کردار داستان میں کسی بڑی منفی طاقت اور قوت سے وابستہ ہوتے ہیں جو عموماً ولن کے روپ میں سامنے آتا ہے۔ بعض داستانوں میں ایک سے زیادہ ولن بھی پائے جاتے ہیں جبکہ بعض داستانیں ایسی بھی ہیں جن میں ولن کا کردار موجود نہیں لیکن منفی کردار کسی نہ کسی روپ میں مل جاتے ہیں۔ کہانی میں ولن کا کردار ایک خاص تصور کا حامل ہوتا ہے کہ اکثر وہ طاقت اور قوت میں ہیرو کے برابر ہوتا ہے یا پھر اس سے بھی بڑھ کر۔ داستان کے ولن کردار اس قدر طاقتور ہوتے ہیں کہ ہیرو یا پھر کسی بھی حق پرست بادشاہ کی لاکھوں کی فوج کو پل بھر میں ہی لقمہ اجل بنا دیتے ہیں۔ لشکریوں پر آگ برسا دینا، ہر ایک چیز کو جلا کر بھسم کر دینا سحر و طلسم سے تمام لشکریوں کو پتھر بنا دینا، یا پھر ان کی ظاہری شکل و صورت کو بدل دینا، پلک جھپکنے میں ظاہر اور غائب ہو جانا ان کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ ایسے کردار ان داستانوں میں زیادہ ابھر کر سامنے آتے ہیں جن میں رزم کے مرقعے پیش کیے گئے ہوں۔ داستان امیر حمزہ، بوستان خیال، قصہ اگر گل، طلسم گوہر بار ایسی ہی داستانیں ہیں جن میں قدم قدم پر جنگ و جدل کے مناظر ملتے ہیں۔ داستان امیر حمزہ کا افراسیاب، بوستانِ خیال کا جمشید اور جنگم جادو فسانہ عجائب کا شہپال جادو گر ایسے ہی عظیم ولن کردار ہیں جبکہ قصہ اگر گل اور طلسم گوہر بار میں کوئی مرکزی ولن کردار نہ ہونے کے باوجود وہ منفی قوتیں ہیں جو کسی صورت ہیرو کو آرام سے نہیں رہنے دیتیں اور ہیرو ہمہ وقت ان سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ داستان میں ان دو ولن کرداروں کو مجسم بدی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں شفیق احمد شفیق لکھتے ہیں:

> "داستانوں کے ولن کردار انسانوں کی شکل میں بھی ہمارے سامنے آتے ہیں اور مافوق الفطرت ہستی کی شکل میں بھی۔۔۔ یہ کردار ظلم و بدی کا استعارہ ہوتے ہیں داستانوں میں ان کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے اعمال رات کی طرح کالے ہوں، ان کے دماغ میں شیطان کا بسیرا ہوتا ہے ان کے قبضے میں بدروحیں ہوتی ہیں وہ سحر جانتے ہیں پھر ان میں بلا کی طاقت بھی ہوتی ہے وہ ماہر جنگجو ہوتے ہیں، ان کے شر سے عوام الناس پریشان رہتے ہیں۔"(29)

داستان کے ان ولن کرداروں کو ہیرو سے اکثر بلاوجہ کا حسد بلکہ خدا واسطے کا بیر ہوتا ہے۔ داستان میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر ولن ہیرو سے جذبہ رقابت رکھتا ہو اور وہ اسی طرح ہیروئن کا طلبگار ہو جس طرح کی خواہش ہیرو رکھتا ہے بلکہ اکثر ولن کردار ہیروئن کی طلب سے بے نیاز نظر آتے ہیں۔ ولن کردار ہیرو اور ہیروئن سے حسد اور جلن رکھتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئن کی خوشی ان کے حسد کی وجہ بنتی ہے اور اسی جلن میں وہ تمام عمر ہیرو اور ہیروئن سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ داستان کے تمام ولن منفی کردار ہوتے ہیں لیکن ہر منفی کردار کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ولن کی جتنی طاقت اور قوت رکھتا ہو۔ داستانوں میں ایسے منفی کردار بھی ملتے ہیں جو ہیرو سے حد درجہ کمزور ہوتے ہیں اور ہیرو کی مہمات میں معمولی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں جس کو ہیرو آسانی سے عبور کر لیتا ہے۔ اس معمولی واقعے کے ساتھ ہی وہ منفی کردار بھی پس پردہ چلا جاتا ہے۔ "آرائشِ محفل" اور "قصہ ممتاز" میں ایسے ہی کردار سامنے آتے ہیں جو حاتم طائی اور شہزادہ ممتاز کی مہمات کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں۔ ایسے منفی کردار ولن کے حکم یا طرفداری میں سامنے آتے ہیں اور داستانوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض ایسے بھی منفی کردار سامنے آتے ہیں جو اپنی سرشت میں تو مجموعہ خیر ہوتے ہیں لیکن داستان میں پیش کردہ سماجی اور معاشرتی ماحول اور اقدار اسے منفی کردار کا نام دے دیتی ہیں۔ ایسے کرداروں میں "باغ و بہار" کا کردار خواجہ سگ پرست اور "قصہ گل و صنوبر" کا کردار گل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مرکزی اور ولن کرداروں کی اس باہمی کشمکش میں بنیادی رول معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ معاون کردار ہیرو یا ہیروئن اور

ولن میں سے کسی ایک کے مددگار ہوتے ہیں۔ یہ کردار اس قدر شوخ اور جاندار ہوتے ہیں کہ داستان میں دلچسپی کے اعتبار مرکزی اور ولن کرداروں سے زیادہ نہ صرف اہمیت اختیار کر لیتے ہیں بلکہ ان سے نمایاں بھی ہو جاتے ہیں۔ داستان امیر حمزہ میں ہیرو امیر حمزہ کا مددگار عمرو عیار اور ولن نوشیر وان کا مددگار بختک، سب رس میں ہیرو دل کا مددگار نظر، فسانہ عجائب کی ملکہ مہر نگار، رانی کیتکی کی سہیلی مدن بان، نثر بے نظیر کی نجم النساء، بوستان خیال کا حکیم قسطاس الحکمت، ایسے کردار ہیں جن کی زندگی کی حرارت اور کچھ کرنے کا حوصلہ انھیں دوسرے داستانوی کرداروں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم انھیں فراموش نہیں کرتے بلکہ وہ ہمارے ذہنوں پر اپنے گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ انھی معاون کرداروں کے ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری یوں رقمطراز ہیں:

"ہیرو اور ہیروئن کے علاوہ داستان میں متعدد کردار ہوتے ہیں لیکن ان میں بھی اہم کردار وزیر زادہ یا رئیس زادہ سے کمتر درجہ کے نہیں ہوتے۔
یہ کردار بالعموم ضمنی حیثیت رکھتے ہیں اور کبھی کبھی ہیرو کے مخالف اور اکثر ہیرو کے دوست بن کر سامنے آتے ہیں۔ یہ کردار ہیرو یا ہیروئن کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں اور نفس داستان کو طول دینے میں مدد کرتے ہیں۔"(30)

داستان کے ان کرداروں میں زیادہ تر وزیر زادہ، وزیر زادی، سوداگر، پری یا پھر کوئی فقیر یا درویش پیش کیے جاتے ہیں۔ داستان کے ہیرو اور ولن تو مثالیت کی پوٹ ہوتے ہیں کہ ہیرو مجسم نیکی اور ولن مجسم بدی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ جس طرح ہیرو سے کوئی بد کام سرزد نہیں ہو سکتا اسی طرح بد کرداروں کا نیکی کے قریب سے بھی گزر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس معاون کرداروں میں مثبت، منفی، نیک، بد، مزاحمتی، طنز و مزاح، ایثار، قربانی، وفا، دغا، جیسے رجحانات عام ملتے ہیں۔ داستان میں ایکشن کے معاملے میں یہ کردار ورسٹائل (Verstyle) ہوتے ہیں یعنی مزاحیہ نقلی، بہروپیہ، خفیہ، جادوئی، جاسوسی، سازشی، جنگجو، ثالث، حاسد، فقیر، درویش جیسے متعدد روپوں میں نظر آتے ہیں۔ اکثر داستانوں میں وزیر زادہ اور وزیرہ زادی یا پھر ہیروئن کی سہیلی و ہمراز فقسم کے معاون کردار ہیرو اور ہیروئن کے ساتھ ہی پلاٹ میں نمودار ہوتے ہیں اور پھر اختتام قصہ تک ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ان کرداروں کے جذبات کا اتار چڑھاؤ، باہمی تعلقات کی پیچیدگیاں، ہر قسم کے حالات میں حقیقت پسندانہ رویہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ مرکزی کردار سے زیادہ معاون کردار قاری یا ناظر کو حقیقی اور جاندار معلوم ہوتے ہیں۔ معاون کرداروں میں سے ہر کردار اپنی ذاتی قدریں رکھتا ہے، اس کی امیدیں، طرزِ عمل، عقائد سب سے الگ ہوتے ہیں اور یہی چیزیں اس کو انفرادی حیثیت دے کر دیگر افرادِ قصہ سے ممتاز کرتی ہیں۔

درحقیقت داستان گو کا بنیادی مقصد آفاقی قدروں کو پیش کرنا اور اخلاقی تربیت کا ہوتا ہے اس کے لیے وہ مرکزی اشخاصِ قصہ ایسے لاتا ہے جن کا معاشرے پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ مرکزی کردار اُن قدروں کی ترجمانی کر رہا ہوتا ہے جن کا اظہار داستان گو کرنا چاہتا ہے تو ان کرداروں سے ایک جیسے ہی ایکشن کروائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مرکزی کردار کسی حد تک مثالیت کا شکار ہو کر حقیقت سے دور اور بے مزہ ہو جاتے ہیں۔ مرکزی کردار کی یہ مثالیت پسندی بعض اوقات انھیں ان کے مقام و مرتبے سے بھی گرا دیتی ہے اور قصے کو بھی غیر دلچسپ بنا دیتی ہے۔ جبکہ داستان کی طوالت کا تمام تر دار و مدار قصے کی دلچسپی پر ہوتا ہے اب یا تو یہ دلچسپی واقعات میں پیدا کی جاتی ہے یا پھر کوئی ایسا شوخ، شریر، تیز طرار کردار تخلیق کیا جاتا ہے جو داستان میں دلچسپی اور تحرک پیدا کر دے جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی چھوٹا سا کنگر ارتعاش پیدا کر دیتا ہے حالانکہ وہ کنکر اس پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور بالآخر اس پانی کے اندر ہی گم ہو جاتا ہے لیکن اس پانی کے ساکت پن میں تحرک کا باعث تو بنتا ہے بالکل اسی طرح معاون کردار بھی پلاٹ کو دلچسپ بناتا ہے اور خود کو گمنام رکھ کر مرکزی کردار کو ابھارنے کا کام کرتا ہے۔ یہ چیز معاون کردار کو کہیں زیادہ جاندار اور حقیقی کردار بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داستانوں کے یہ کردار مرکزی اور ولن کرداروں کی نسبت آج بھی زندہ ہیں اور کسی نہ کسی صورت میں جدید افسانوی ادب میں بھی نظر آتے ہیں۔

الغرض مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ابتدا میں اردو نثر کو ان داستانوں کی صورت میں ایک نئی سمت ملی۔ یہ داستانیں نہ صرف زبان و بیان کے اعتبار سے اہم تھیں بلکہ ان میں کرداروں کی تشکیل بھی ایک مخصوص انداز میں کی گئی تھی۔ اس دور کی کردار نگاری کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کردار مثالی، مافوق الفطرت اور بعض اوقات نفسیاتی پیچیدگیوں کے حامل ہوتے تھے۔ ان کرداروں کی تشکیل کا مقصد کہانی کو آگے بڑھانا، اخلاقی اقدار کی ترویج اور قاری کو تسکین کے لیے ایک افسانوی دنیا میں لے جانا ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) نورالحسن نیر، مولوی، نور اللغات، جلد سوم چہارم، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1089ء، ص 777

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

(2) عابد علی عابد،سید،اصول انتقاد ادبیات، مجلس ترقی ادب،لاہور،۱۹۶۶ء، ص۴۳

(3) نجم الہدیٰ،ڈاکٹر،کردار اور کردار نگاری،پٹنہ،اردو اکیڈمی،بھارت،1980ء، ص3

(4) Abrams. H. M, A glossary of literary terms, earl McPeak, United State of America,1999, P 32

(5) خالد محمود خان،فکشن کا اسلوب بیکن بکس،اردو بازار،لاہور،۲۰۱۴ء، ص۶۹

(6) Forster. M. E, Aspects of the novel, Harcourt INC, United States of America, 1955, P.58

(7) سروری،عبدالقادر،کردار اور افسانہ،حصہ دوئم،مکتبہ ابراہیمیہ،اسٹیشن روڈ،حیدرآباد دکن،۱۹۲۹ء، ص۱۵۱

(8) Forster. M. E, Aspects of the novel, Harcourt INC, United States of America, 1955, P.67

(9) Forster. M. E, Aspects of the novel, Harcourt INC, United States of America, 1955, P.68

(10) سلیم اختر،ڈاکٹر، داستان اور ناول،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۱ء، ص۳۷

(11) Hudson ‹Henry‹ William , An Introduction To The Study of or Literature, George G. Harrap & Company, Kingsway W.C., 1913, P 193

(12) سید،وقار عظیم،فن اور فنکار،الوقار پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۶،ص ۱۳۳

(13) سلیم اختر،ڈاکٹر،افسانہ حقیت سے علامت تک،مکتبہ عالیہ،لاہور۱۹۷۶ء، ص۷۸

(14) محمد اجمل،ڈاکٹر،مقالات اجمل ادارہ ثقافت اسلامیہ،کلب روڈ لاہور،۱۹۸۷ء، ص۲۱۱

(15) اویس احمد ادیب،تنقیدی مطالعے،الہ آباد پبلشنگ ہاؤس،الہ آباد،۱۹۴۵ء، ص۳۳

(16) ممتاز منگلوری،ڈاکٹر،مقدمہ باغ و بہار، مقدمات باغ و بہار،مرتب،ڈاکٹر اسلم عزیز درانی،کاروان ادب،ملتان،۱۹۹۵ء، ص۱۵۴

(17) Peter Childs and Roger Flower, The Routledge dictionary of literary terms, Routledge & Kegan Paul Ltd, London and New York, 2006, P24

(18) احتشام حسین،سید،روایت اور بغاوت،ادارہ اشاعت اردو،حیدرآباد دکن،۱۹۴۷ء، ص۱۰۶

(19) عابد علی عابد،سید، اصول انتقاد ادبیات، مجلس ترقی ادب،لاہور،۱۹۶۶ء، ص۴۶۶

(20) ایضاً،ص ۴۷۳

(21) کلیم الدین،احمد،داستان اور فن داستان گوئی، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،اشاعت اول،۱۹۹۰ء، ص۷۴

(22) اولیس احمد ادیب،سید، تنقیدی مطالعے، الہ آباد پبلشنگ ہاؤس،الہ آباد،۱۹۴۵ء، ص۳۲۲

(23) مجتبی حسن، ادب و آگہی ،مکتبہ افکار،کراچی،سن ندارد،ص ۱۷۲

(24) حسینی،علی عباس،ناول کی تاریخ اور تنقید ،لاہور اکیڈمی،سرکلر روڈ لاہور،۱۹۶۴ء، ص۱۹۹

(25) سلیم اختر،ڈاکٹر، داستان اور ناول،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۱ء، ص۴۶

(26) گیان چند جین،ڈاکٹر،اردو کی نثری داستانیں،انجمن ترقی اردو،کراچی،۱۹۶۹ء، ص۸۲

(27) آرزو چودھری،ڈاکٹر، داستان کی داستان ، عظیم اکیڈمی،اردو بازار لاہور،۱۹۸۸ء، ص۴۹۹

(28) احمد،کلیم الدین،داستان اور فن داستان گوئی ، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،اشاعتِ اول،۱۹۹۰ء، ص۱۶

(29) شفیق احمد شفیق،ڈاکٹر،اردو داستانوں میں ولن کا تصور ،نشاط آفس پریس، فیض آباد،۱۹۸۸ء، ص۲۹

(30) فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،اردو کی منظوم داستانیں،انجمن ترقی اردو،کراچی،۱۹۷۱ء، ص۶۵

❖❖❖